29

ضرورتِ وقت کو سمجھو اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کر کے اپنے اپنے خاندان کے نوجوانوں کو دین کے لیے وقف کرو

(فرمودہ 15/اکتوبر1954ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورة فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''آج میری تحریک پر مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کا ایک وفد جس میں چالیس کے قریب معمار ہیں (اب یہ ستّر کس ہو گئے ہیں) خدمتِ خلق کے لیے لاہور جا رہا ہے۔ اِس دفعہ اس کام میں اولیت کا سہرا لاہور والوں کے سر رہا ہے۔ کام تو ہر جگہ ہوا ہے لاہور میں بھی ہوا ہے، ملتان میں بھی ہوا ہے، خانیوال میں بھی ہوا ہے، منٹگمری میں بھی ہوا ہے، سیالکوٹ میں بھی ہوا ہے، ربوہ کی مجلس نے بھی قابلِ تعریف کام کیا ہے۔ اِسی طرح اَور جگہوں سے بھی رپورٹیں آئی ہیں کہ وہاں کی مجالس نے سیلاب کے دوران میں خدمتِ خلق کا کام کیا ہے۔ لیکن لاہور والوں نے اپنے کام کو اس طرح منظّم کیا ہے کہ ان کا کام لوگوں کی نظر کے سامنے آ گیا ہے۔ اس میں ایک حد تک اس بات کا بھی دخل ہے کہ انہیں پریس کی سہولتیں میسر ہیں لیکن بہرحال جس کسی کو اولیت مل جائے دوسروں کو اس پر حسد نہیں کرنا چاہیے بلکہ اُس کی امداد

کر کے اس کے حوصلے کو بڑھانا چاہیے۔ میں نے قائد مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کوتحریک کی کہ وہ خدمتِ خلق کے لیے ایک وفد لاہور بھجوانے کا انتظام کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایک وفد کا انتظام کیا ہے جو آج اڑھائی بجے کی گاڑی سے لاہور روانہ ہو رہا ہے۔ اِس وفد میں ایک بڑا حصہ معماروں پر مشتمل ہے۔ میں نے دو تین دفعہ معماروں کے کام پر تنقید کی ہے اور میری اصل غرض یہی تھی کہ ان کی اصلاح ہو۔

کہتے ہیں کہ کسی شاعر کے سامنے ایک شخص نے شراب کی بُرائیاں بیان کیں تو اُس نے کہا

عیبِ مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو1

یعنی شراب میں بہت سی بُرائیاں سہی لیکن اس میں بعض خوبیاں بھی تو ہیں اس لیے کبھی اُس کی خوبیوں کی طرف بھی نظر کرنی چاہیے۔ یہاں کے معماروں پر میں نے تنقید کی تھی لیکن انہوں نے اس وقت جس قربانی کا مظاہرہ کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس قابل ہے کہ اِس کا اظہار جماعت کے سامنے کیا جائے۔ میں نے خیال کیا کہ معماروں کو اس موقع پر غرباء کی امداد کے لیے تحریک کی جائے۔ چنانچہ میری تحریک پر یہاں کے معماروں کے اکثر حصہ نے تین چار دن وقف کیے ہیں تا کہ لاہور میں جن غرباء کے مکانات گر گئے ہیں اُن کے مکانات بنانے میں اپنی مفت خدمات پیش کریں۔

جماعت کے جو باقی مختلف سیکشن ہیں مثلاً مدرّس ہیں، پروفیسر ہیں، ڈاکٹر ہیں، طبیب ہیں اُن کو بھی معماروں کے اس نیک نمونہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ جماعت کا ہر حصہ کسی نہ کسی ذریعہ سے خدمتِ خلق کا کام کر سکتا ہے اور اسے اس کام کو سرانجام دینا چاہیے۔ مثلاً مدرّس ہیں وہ بھی خدمتِ خلق کر سکتے ہیں۔ پھر ڈاکٹر ہیں وہ بھی اس کام میں حصہ لے سکتے ہیں۔ بلکہ اکثر ڈاکٹر اس کام میں حصہ لیتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض لوگ لالچی بھی ہوتے ہیں لیکن ڈاکٹروں کا اکثر حصہ اپنے فن کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ وقت خدمتِ خلق میں ضرور صَرف کرتا ہے۔ پھر وکلاء اور بیرسٹر ہیں، وہ بھی خدمتِ خلق کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے پیشہ والے بھی ہیں وہ بھی اگر کوشش کریں تو کسی نہ کسی ذریعہ سے پبلک کی خدمت

کے کام میں حصہ لے سکتے ہیں۔ یہاں کے معماروں نے بڑا اچھا نمونہ دکھایا ہے۔ انہوں نے خدمتِ خلق کے لیے تین چار دن وقف کیے ہیں۔ اگر انہوں نے اسی جوش سے کام کیا جس جوش سے انہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے تو وہ سوا لاکھ فٹ عمارت کھڑی کر سکتے ہیں۔ اِس کے معنے یہ ہیں کہ بیس پچیس بڑی بڑی کوٹھیاں اِن دنوں میں بن سکتی ہیں۔ لیکن چونکہ سیلاب میں بالعموم غرباء کا نقصان ہوا ہے ان کے مکانات یا تو گر گئے ہیں یا ان کا کوئی حصہ گر گیا ہے اور وہ مکانات چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس لیے سَو ڈیڑھ سَو مکانات تعمیر کیے جا سکتے ہیں۔ اور اتنے مکانوں کی تعمیر کے یہ معنے ہیں کہ قریباً دو ہزار افراد کو آرام پہنچ جائے گا اور اس طرح خدمتِ خلق کا بہت بڑا کام سرانجام پا جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر جماعت کے لوگ پیشوں کی طرف توجہ کریں اور انہیں شوق اور محنت سے سیکھ لیں تو نہ صرف جماعت سے بیکاری دور ہو جائے گی بلکہ اس قسم کے مواقع پر بنی نوع انسان کی خدمت بھی کی جا سکتی ہے۔ معماری کا پیشہ آسان ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ مزدور معماروں کے ساتھ کام کرتے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد وہ معمار بن جاتے ہیں۔ لاہور میں جس نمائندہ کو بھیجا گیا تھا اُس نے بتایا ہے کہ اِس وقت لاہور میں معمار سات سات، آٹھ آٹھ روپیہ روزانہ اُجرت مانگتے ہیں اور معماری کا پیشہ ایسا نہیں جس پر زیادہ عرصہ لگے یا زیادہ محنت درکار ہو۔ ہمارے ملک میں یہ مرض ہے کہ لوگ ایک دو دن کے بعد ہی اپنے آپ کو ماہرِ فن سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ میر محمد اسحاق صاحب نے بچپن میں میرے ساتھ صرف ایک دن طب پڑھی اور رات کو جب سونے لگے تو انہوں نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے بہت جلدی جگا دینا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے پاس بڑی کثرت سے مریض آ جاتے ہیں اور انہیں بہت زیادہ دیر وہاں کھڑا رہنا پڑتا ہے۔ میں وہاں جاؤں گا اور مریضوں کو نسخے لکھ لکھ کر دوں گا۔ وہ بچپن کی ایک بیوقوفی تھی مگر اِس قسم کی دماغی کیفیت اکثر لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ ایک شخص چند سطریں لکھ لیتا ہے تو وہ اپنے آپ کو ایڈیٹر سمجھنے لگ جاتا ہے۔ بعض لوگ بے وزن، بے معنی اور بے ردیف نظم میرے پاس بھیج دیتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ

آپ ایڈیٹر صاحب الفضل کو حکم دیں کہ یہ نظم الفضل میں شائع کر دیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ایڈیٹر الفضل تو بے وقوف ہے اسے کیا علم ہے کہ یہ کس پایۂ کی نظمیں ہیں۔ ان کے رازوں سے صرف خلیفۃ المسیح ہی واقف ہو سکتے ہیں۔ اس لیے یہ نظمیں انہیں ارسال کی جائیں تا وہ انہیں اخبار میں شائع کرنے کا حکم جاری کر دیں۔ میں اِس قسم کے لوگوں کو یہی جواب دیتا ہوں کہ آپ براہِ راست ایڈیٹر الفضل کو یہ نظمیں ارسال کر دیں۔ میں اُس کے کام میں دخل نہیں دیتا۔ حالانکہ وہ نظمیں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ہنسی آتی ہے۔ نہ قافیہ ہوتا ہے، نہ ردیف ہوتی ہے، ''غبن'' کو گبن اور ''قابل'' کو کابل لکھا ہوا ہوتا ہے اور پھر خواہش ہوتی ہے کہ میں اُن کی اشاعت کے لیے ایڈیٹر الفضل کو حکم بھیجوں۔

غرض ہمارے ملک میں یہ مرض ہے کہ ہر آدمی پیشہ میں ہاتھ ڈالتے ہی اپنے آپ کو اُس کا ماسٹر سمجھنے لگ جاتا ہے۔ حالانکہ ہر پیشہ محنت اور مشق کے بعد آتا ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں معماری کا پیشہ نسبتاً آسان ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ تھوڑے ہی عرصہ میں سیکھا جا سکتا ہے۔ محراب بنانا، گنبد بنانا یا سکیچ بنانا یہ کام تو جلد نہیں سیکھے جا سکتے ہاں! زاویئے بنانا اور اینٹیں لگانا لوگ جلد سیکھ لیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک لڑکا تھا جس کا نام فجّا تھا۔ اُسے آپ نے کسی معمار کے ساتھ لگایا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ معمار بن گیا تھا۔ اُس میں سمجھ بہت کم تھی۔ مگر مخلص اور دین دار تھا۔ وہ غیر احمدی ہونے کی حالت میں آیا تھا۔ بعد میں احمدی ہو گیا تھا۔ اُس کی عقل کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ بعض مہمان آئے۔ اُس وقت لنگر خانہ کا کام علیحدہ نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر ہی سے مہمانوں کے لیے کھانا جاتا تھا۔ شیخ رحمت اللہ صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور قریشی محمد حسین صاحب موجد مفرّح عنبری قادیان آئے۔ ایک دوست اَور بھی تھے۔ آپ نے اُن کے لیے چائے تیار کروائی اور فجّے کو کہا کہ وہ مہمانوں کو چائے پلا آئے۔ اور اِس خیال سے کہ وہ کسی کو چائے دینا بھول نہ جائے یہ تاکید کی کہ دیکھو پانچوں کو چائے دینا۔ چراغ پرانا ملازم تھا۔ اُسے آپؑ نے فجّے کے ساتھ کر دیا۔ جب دونوں چائے

لے کر گئے تو معلوم ہوا کہ مہمان حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے پاس اُن کی ملاقات کے لیے گئے ہیں۔ چنانچہ وہ چائے لے کر وہاں گئے۔ چراغ پرانا ملازم تھا اُس نے پہلے چائے کی پیالی حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے سامنے رکھی لیکن فجّے نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا نام نہیں لیا تھا۔ چراغ نے اُسے آنکھ سے اشارہ کیا، کُہنی ماری اور یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ بیشک آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا نام نہیں لیا لیکن آپ ان سب سے زیادہ معزز ہیں اس لیے چائے پہلے آپ کے سامنے ہی رکھنی چاہیے۔ لیکن وہ یہی بات کہے جاتا تھا کہ حضرت صاحب نے صرف پانچ کے نام لیے تھے ان کا نام نہیں لیا۔ گویا وہ اِس قدر کم عقل تھا کہ اِتنی بات بھی سمجھ نہیں سکتا تھا لیکن وہ بہت جلد معمار بن گیا تھا۔

پس اگر لوگ ذرا بھی توجہ کریں تو اِس قسم کے پیشے سیکھ سکتے ہیں اور نہ صرف ان کے ذریعہ روپیہ کمایا جا سکتا ہے بلکہ رفاہِ عامہ کے کاموں میں بھی حصہ لیا جا سکتا ہے۔ معماری کے متعلق میرا خیال ہے کہ اسے پانچ چھ ماہ میں سیکھا جا سکتا ہے۔ اگر مدرّس اور کلرک بھی کوشش کریں تو فارغ اوقات میں یہ کام سیکھ سکتے ہیں۔ ممکن ہے عملی طور پر اس میں بعض مشکلات پیش آئیں لیکن میرا خیال یہی ہے کہ یہ کام پانچ چھ ماہ میں سیکھا جا سکتا ہے۔ بچپن میں ایک دفعہ میں نے ترکھانوں کو کام کرتے دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ یہ کام تو بہت آسان ہے میں بھی اسے بآسانی کرسکتا ہوں۔ چنانچہ جب تمام ترکھان چھٹی کر گئے تو وہ ہتھیار وہیں چھوڑ گئے۔ میں نے تیشہ لیا اور ایک لکڑی پر مارا۔ مگر وہ بجائے لکڑی پر لگنے کے میرے ہاتھ پر لگا اور ابھی تک اُس کا نشان باقی ہے۔ حالانکہ اپنے خیال میں مَیں نے یہ سمجھا تھا کہ میں ترکھان کا کام کرسکتا ہوں۔ لیکن جب تیشہ مار کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ایک فن ہے۔ اس کی مشق کیے بغیر اس پر حاوی نہیں ہوا جا سکتا۔ بہرحال جماعت کو کوئی نہ کوئی پیشہ سیکھنا چاہیے تا اِس قسم کے مواقع پر وہ خدمتِ خلق میں نمایاں حصہ لے سکے۔

اِس کے بعد میں پھر اس مضمون کو لیتا ہوں جو میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں بیان کیا تھا اور وہ مضمون یہ تھا کہ جماعت میں وقف کی طرف توجہ کم ہوگئی ہے اور اس کا احساس

آہستہ آہستہ مِٹتا جا رہا ہے۔ وہ یہ سمجھتی ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے وہ خود کرے گا حالانکہ یہ نقطہ نگاہ بالکل غلط ہے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر کام خدا تعالیٰ ہی کرتا ہے مگر وہ بیوقوفی کی حد تک اسے لمبا کر دیتے ہیں اور اس کا ایک غلط مفہوم لے لیتے ہیں۔ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ رزق خدا تعالیٰ دیتا ہے2 لیکن تم میں سے کوئی شخص بھی یہ نہیں کہتا کہ رزق تو خدا تعالیٰ نے دینا ہے اس لیے میں نوکری کیوں کروں؟ قرآن کریم میں یہ لکھا ہے کہ اولاد اللہ تعالیٰ دیتا ہے3 لیکن دنیا میں لوگ نکاح کرتے ہیں۔ اگر اولاد نہ ہو تو بیویوں کا علاج کرواتے ہیں۔ اور کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ اولاد تو خدا تعالیٰ نے دینی ہے مجھے نکاح کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ ہر شخص نکاح کرتا ہے اور اولاد کے لیے علاج معالجہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔ پھر خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہو تو وہی شفا دیتا ہے۔4 لیکن تم یہ نہیں کہتے کہ جب شفا خدا تعالیٰ نے دینی ہے تو ہم اپنے بیمار بچہ کے علاج کے لیے ڈاکٹر کے پاس کیوں جائیں؟ بلکہ تم ان ساری جگہوں پر یہ سمجھتے ہو کہ باوجود اس کے کہ سارے کام خدا تعالیٰ نے کرنے ہیں۔ پھر بھی انسان کو اس کے متعلق حسبِ استطاعت کوشش کرنی چاہیے۔ مگر جب وقف کا سوال آتا ہے تو تم اس کے لیے کوئی حرکت نہیں کرتے اور یہ کہہ دیتے ہو کہ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ اگر یہ بات تمہارے دوسرے اعمال سے ملا کر دیکھی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمہارے نفس کا دھوکا ہے یا تم دوسروں کو دھوکا دینا چاہتے ہو اور یا پھر تمہاری عقل اتنی کمزور ہے کہ تم اُس بات کا انکار کرتے ہو کہ جو تمہاری زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دینی جماعتوں اور دینی کاموں کو چلانے کے لیے وقف کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر دینی جماعتیں کبھی زندہ نہیں رہ سکتیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔5 کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے کہ جس کا کام صرف قومی کام کرنا ہو اور یا پھر دوسرے کام وہ صرف ضمنی طور پر کرے اصل کام قومی کام ہو۔ آخر ہر آدمی ایک وقت میں تین چار کام کر لیتا ہے۔ مثلاً سکول ماسٹر ہے۔

وہ پرائیویٹ ٹیوشن بھی کر لیتا ہے یا ڈاکٹر ہے اگر وہ ملازم ہو تو پرائیویٹ پریکٹس بھی کر لیتا ہے۔ لیکن جب سرکاری کام سامنے ہو تو وہ دوسرے کام کو نظرانداز کر دے گا اور پرائیویٹ پریکٹس یا پرائیویٹ ٹیوشن چھوڑ کر اپنے مفوضہ کام کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ پس قرآن کریم کہتا ہے کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ اس کا اصل کام قومی کام ہو۔ وہ بیشک زراعت کرے، تجارت کرے یا اَور کوئی پیشہ کرے لیکن اُس کے اصل کام میں کوئی روک واقع نہ ہو۔ ہم نے بھی بعض واقفین کو اجازت دی ہوئی ہے کہ وہ زائد کام کر لیں۔ بلکہ بعض دفعہ میں نے دفتر والوں کو ڈانٹا ہے کہ تم واقفین کو زائد کام کرنے سے کیوں روکتے ہو؟ ہاں ہم نے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ ہمیں بتا دے کہ میں فلاں کام کرنے لگا ہوں۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ واقفین کو زائد کام کرنے کی تحریک کرنی چاہیے۔ لیکن بغیر وقف کے دین کا کام کرنا مشکل ہے۔ جس جماعت میں وقف کا سلسلہ نہ ہو وہ اپنا کام کبھی مستقل طور پر جاری نہیں رکھ سکتی۔ ہم نے تو وقف کی ایک شکل بنا دی ہے ورنہ زندگی وقف کرنے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ صحابہؓ نے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ پر عمل نہیں کیا؟ حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھ لو انہوں نے آخری زمانہ میں اسلام قبول کیا یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات سے صرف اڑھائی سال پہلے مسلمان ہوئے۔ مسلمان ہونے کے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے غور کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اب آخری عمر میں ہیں اور میں بہت دیر بعد اسلام میں داخل ہوا ہوں۔ اس لیے اگر میں کچھ سیکھنا چاہتا ہوں تو اِس کا طریق یہی ہے کہ میں اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف کر دوں۔ چنانچہ وہ مسجد میں ہی رات دن بیٹھے رہتے۔ شروع شروع میں اُن کا بھائی گھر سے کھانا بھجوا دیتا تھا لیکن جب اُس نے دیکھا کہ یہ تو مستقل طور پر مسجد میں بیٹھ گئے ہیں تو اُس نے کھانا بھجوانا بند کر دیا اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جا کر کہا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! میرا بھائی تو مستقل طور پر مسجد میں بیٹھ گیا ہے۔ میں عیالدار شخص ہوں۔ میں نے بچوں کا پیٹ بھی پالنا ہے۔ میں اسے کب تک خرچ دے سکوں گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے کہ حضرت ابوہریرہؓ

دین کی خدمت کر رہے ہیں اس لیے آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بعض دفعہ کسی کو دوسرے کی خاطر رزق دے دیتا ہے۔تم ایسا نہ کرو۔ممکن ہے کہ ابوہریرہؓ کی خاطر ہی اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دے رہا ہو6 لیکن اُس نے آپؐ کی باتوں کی کوئی پروا نہ کی اور اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوہریرہؓ خود فرماتے ہیں کہ بعض اوقات مجھے سات سات وقت کے فاقے آ جاتے تھے لیکن اِس کے باوجود آپ مسجد سے نہ ہلتے۔ بلکہ سارا دن وہیں بیٹھے رہتے اور اللہ تعالیٰ اُن کے رزق کا سامان کر دیتا۔ اب تم اللہ تعالیٰ کے رزق کے اَور معنے کرتے ہو اور صحابہؓ اِس کے اَور معنے سمجھتے تھے۔ وہ بیشک دنیا کے کام بھی کرتے تھے لیکن دین کو ہمیشہ مقدم رکھتے تھے۔ یہاں تو گزارہ بھی ملتا ہے چاہے وہ گزارہ کم ہی ہو۔لیکن اُن کو یہ گزارہ بھی نہیں ملتا تھا۔ وہ اپنا اپنا کام کرتے تھے اور پیٹ پالتے تھے لیکن دینی کاموں کو نظرانداز نہیں کرتے تھے بلکہ دینی کام کو اپنے ذاتی کاموں پر ترجیح دیتے تھے۔

اِسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ تھے۔ وہ بھی مسجد میں بیٹھے رہتے تھے۔ اِسی طرح بعض اَور صحابہؓ تھے۔بعض کے نزدیک ان کی تعداد تین سَو تھی اور بعض کے نزدیک ان کی تعداد اسّی کے قریب تھی۔ انہیں اصحابُ الصّفّہ کہا جاتا تھا اور اُن کا کام یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں سنیں اور دوسرے صحابہؓ تک پہنچا دیا۔ ان کو کوئی گزارہ نہیں ملتا تھا۔ اگر کسی کی طرف سے کھانا آ جاتا تھا تو کھا لیتے تھے ورنہ کسی سے مانگتے نہیں تھے۔ ایک عورت کے متعلق ذکر آتا ہے کہ وہ اصحابُ الصّفّہ کو چقندر پکا کر بھیجا کرتی تھی اور وہ شوق سے انہیں کھاتے تھے۔بعض دفعہ لوگ دودھ بھیج دیتے تھے اور وہ اسے پی لیتے تھے۔

اب تو بہت زیادہ ترقی ہوگئی ہے۔ واقفین کے گزارے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اس طرح کام بہت آسان ہو گیا ہے۔ بشرطیکہ انسان اپنا زاویہ نگاہ بدل لے۔ اگر جماعت کے لوگ اپنا زاویہ نگاہ صحابہ کی طرح بنا لیں تو اَب بھی ان کا سا طریق رائج کیا جا سکتا ہے اور اگر صحابہؓ سے کمزور ہوں تو موجودہ طریق پر وہ کام کر سکتے ہیں کہ معاوضہ بھی ملے اور قربانی بھی کریں۔ پہلے لوگ مسجد میں بیٹھ جاتے تھے اور انہیں کوئی گزارہ نہیں ملتا تھا۔ جو کچھ کسی کی طرف سے آ جاتا وہ کھا لیتے ۔لیکن اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ وقف کر کے آئیں انہیں

کچھ نہ کچھ رقم بھی دے دی جایا کرے۔ لیکن باوجود اِس کے کہ واقفین کے لیے گزارے مقرر کیے گئے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ اول تو لوگ وقف میں آتے ہی نہیں اور اگر آ جاتے ہیں تو شروع شروع میں وظیفے لیتے ہیں اور تعلیم حاصل کرتے ہیں اور جب تعلیم سے فارغ ہوتے ہیں تو مختلف بہانے بنا کر وقف سے بھاگ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمیں اب ہمارے حالات اجازت نہیں دیتے کہ وقف میں زیادہ عرصہ تک رہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان کے حالات پہلے کیوں اجازت دیتے تھے کہ وقف میں آئیں اور بعد میں کیوں اجازت نہیں دیتے کہ وقف میں رہیں۔ جب وہ ہمارے پاس آتے ہیں تو اگر وہ میٹرک پاس تھے تو زیادہ سے زیادہ انہیں اسّی نوّے روپے تنخواہ مل سکتی تھی لیکن جب وہ بی۔اے یا ایم۔اے ہو جاتے ہیں اور اُن میں قابلیت پیدا ہو جاتی ہے تو انہیں کسی جگہ سے تین سَو ساڑھے تین سَو کی آفر (Offer) آ جاتی ہے۔ یہ آفر اِس لیے آتی ہے کہ سلسلہ نے اُن پر خرچ کیا ہوتا ہے۔ اِس سے پہلے وہ عملاً یا عقلاً اسّی یا سَو روپیہ کما سکتے تھے لیکن پھر وہ کہتے ہیں کہ ہمارے حالات اِس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم وقف میں رہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ قابل سمجھتے ہیں حالانکہ یہ قابلیت صرف اس لیے پیدا ہوئی کہ سلسلہ نے اُن پر روپیہ خرچ کیا اور اُن کی مالی امداد کی۔ پھر جن کو ہم نے امداد نہیں دی بلکہ وہ اپنے اخراجات سے پڑھے ہیں اُن پر بھی ذمہ داری کم نہیں۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے سے ہی پڑھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق نہ دیتا تو وہ کیسے پڑھتے۔

میرے اپنے بچے ہیں۔ میں نے انہیں خود پڑھایا ہے۔ اب ایک لڑکا تبلیغ کے لیے انڈونیشیا گیا ہے تو میں اسے اپنی جیب سے خرچ دیتا ہوں اور آئندہ بھی میرا یہی ارادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے تو جو بچہ بھی تبلیغ کے لیے باہر جائے میں اُس کا خرچ خود ہی برداشت کروں۔ لیکن سیدھی بات ہے کہ میرے بچے میرے سامنے تو بول نہیں سکتے۔ جب ہم بچے تھے تو ہماری جائیدادیں لاپرواہی کا شکار تھیں اور ہمیں اِتنی بھی توفیق نہیں تھی کہ ان کی نگرانی کے لیے پندرہ بیس روپے ماہوار پر کوئی آدمی ملازم رکھ لیں۔ جب زمین کے کاغذات مجھے دیئے گئے تو میں گھبرا گیا کہ ان کا انتظام کیسے کروں گا؟ مجھے کام کا تجربہ نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے

فضل کیا اور ہمیں ایک آدمی مل گیا۔ اُس نے کہا مجھے آپ دس روپیہ ماہوار دے دیا کریں میں جائیداد کا انتظام کرتا ہوں۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی وہ جائیدادیں جس کی آمد اِس قدر بھی نہیں تھی کہ ہم پندرہ بیس روپے ماہوار پر کوئی آدمی ملازم رکھ لیں اُس سے آمد پیدا ہونے لگی۔ جب قرآن کریم کا پہلا پارہ شائع کرنے کا سوال پیدا ہوا تو میں نے اُس وقت فیصلہ کیا کہ ہم اپنے خرچ پر اسے شائع کریں گے۔ چنانچہ میں نے اُس شخص کو بلایا اور کہا کہ مجھے اشاعتِ قرآن کریم کے لیے کچھ رقم کی ضرورت ہے۔ وہ کہنے لگا آپ کو اِس رقم کی کب ضرورت ہے؟ میں نے کہا مہینہ دو مہینہ میں مِل جائے۔ اُس نے کہا میرا یہ خیال تھا کہ آپ یہ کہیں گے کہ مجھے اِسی وقت رقم کی ضرورت ہے۔ میں آپ کو آج شام تک مطلوبہ رقم لا دوں گا۔ میں نے کہا تم شام تک رقم لا دو گے؟ آخر کہاں سے لاؤ گے؟ مجھے دواڑھائی ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ اُس نے کہا کہ مجھے کچھ زمین بیچنے کی اجازت دے دیں اور اُس نے اُس زمین کی طرف اشارہ کیا جہاں آجکل قادیان میں محلّہ دارالفضل آباد ہے۔ اُس نے کہا میں پچاس روپے فی کنال کے حساب سے زمین بیچ دوں گا اور اِس طرح قریباً چھ ایکڑ زمین کی فروخت سے دواڑھائی ہزار روپیہ مل جائے گا۔ میں نے کہا بہت اچھا! تمہیں زمین فروخت کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن کیا تمہیں کوئی شخص پچاس روپے فی کنال کے حساب سے قیمت دے دے گا؟ اُس نے کہا ہاں بہت سے لوگ موجود ہیں جو اِس بھاؤ پر زمین خریدنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ظہر کے وقت اُس نے یہ بات کی اور عصر کے وقت اُس نے روپیہ لا کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہا ابھی بہت سے گاہک موجود ہیں۔ اگر آپ سَو روپیہ فی کنال بھی قیمت کر دیں تو وہ خریدنے کے لیے تیار ہیں۔ پھر وہی زمین تھی جو دس دس ہزار روپیہ فی کنال کے حساب سے ہم نے خود خریدی۔ جہاں میرا دفتر تھا وہاں پر کچھ زمین ہم نے بیس ہزار روپیہ کنال کے حساب سے خریدی۔ یہ سب خدا تعالیٰ کی دی ہوئی چیز تھی۔ ورنہ ہم تو اپنی جائیداد سے اتنی آمد کی امید بھی نہیں رکھتے تھے کہ پندرہ بیس روپیہ پر کوئی آدمی ملازم رکھ لیں۔ بعد میں وہی جائیداد کروڑوں روپیہ کی ہوگئی۔ غرض ہر چیز خدا تعالیٰ نے دی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے [7]

پس جو لوگ گھروں سے پڑھ کر آئے ہیں سلسلہ نے ان کی تعلیم پر کوئی خرچ نہیں کیا۔ ان پر بھی کم ذمہ داری نہیں۔ انہیں بھی خداتعالیٰ نے دیا تھا تو وہ پڑھے تھے۔ اگر خداتعالیٰ انہیں توفیق نہ دیتا تو وہ کیسے تعلیم حاصل کر سکتے۔ یہ صرف ایک پردہ ہے ورنہ خداتعالیٰ ہی سب کچھ کرتا ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں عام طور پر یہ شکوہ پایا جاتا ہے کہ علماء تو سب نائی، موچی اور دھوبی ہیں اور ایک حد تک اُن کی یہ بات درست بھی ہے لیکن آخر ایسا کیوں ہوا؟ یہ اسی لیے ہوا کہ بڑے تاجروں اور زمینداروں نے خدمتِ دین سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بڑے بڑے تاجر اور زمیندار خدمتِ دین نہ کریں تو خداتعالیٰ اپنے دین کو مرنے دے اور نائیوں، دھوبیوں اور موچیوں کو بھی اس کے زندہ رکھنے کی توفیق نہ دے۔ جب تم نے دین سے ہاتھ کھینچ لیا اور خداتعالیٰ نے نائیوں اور موچیوں کو دین کی خدمت کی توفیق دے دی تو اب تم چڑتے کیوں ہو؟ اب وہی تمہارے سردار ہیں اور انہی کے پیچھے تمہیں چلنا ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو آجکل مسلمانوں کا حال ہے وہی آئندہ تمہارا ہو گا۔ اگر تم نے بھی خدمتِ دین سے ہاتھ کھینچ لیا تو کچھ عرصہ کے بعد تمہاری نسلیں بھی یہی کہیں گی کہ نائیوں، دھوبیوں اور موچیوں نے علماء کی جگہ لے لی ہے۔ آجکل بھی دیہات اور قصبات میں زیادہ تر عالم بروالے، نائی، دھوبی یا موچی ہیں اور یہ قابلِ اعتراض بات نہیں۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ جب دین کا بیڑا غرق ہونے لگا تو اُس وقت جو دین کی خدمت کے لیے آگے آ گئے خداتعالیٰ نے انہیں عزت دے دی۔ اِسی طرح اگر اب تم آگے نہ آئے تو تمہارے ساتھ بھی یہی ہو گا۔ جب جماعت ترقی کرے گی تو انہی لوگوں کو عزت حاصل ہو گی جو اُس وقت دین کی خدمت کریں گے۔ پاکستان میں دیکھ لو مولانا عبدالحامد بدایونی تقریر کرتے ہیں تو کبھی اُس کی صدارت دستور ساز اسمبلی کے صدر مولوی تمیزالدین خاں کرتے ہیں اور کبھی اُس کی صدارت خود گورنر جنرل کرتے ہیں۔ حالانکہ پاکستان بننے سے قبل انہیں کسی ضلع کا ڈپٹی کمشنر بھی نہیں بلاتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پاکستان بنانے کی توفیق دی تو اس نے علماء کو بھی

عزت دے دی۔

پاکستان بننے کے بعد جب میں کراچی گیا تو اُس وقت سندھ کے گورنر سرغلام حسین ہدایت اللہ تھے۔ میں جب واپس روانہ ہونے لگا تو اُن کا سیکرٹری میرے پاس آیا اور اس نے کہا سرغلام حسین ہدایت اللہ نے سعودی عرب کے دو شہزادوں کی دعوت کی ہے اور انہوں نے اس موقع پر آپ کو بھی بلایا ہے۔ میں نے کہا میں تو آج چار بجے واپس جا رہا ہوں۔ اس نے کہا ان کی خواہش ہے کہ آپ اس موقع پر ضرور تشریف لائیں۔ میں نے کہا بہت اچھا لیکن بعد میں خیال آیا کہ دعوت تو عین جمعہ کے وقت میں رکھی گئی ہے۔ میں نے کہا آپ کی دعوت کا وقت وہی ہے جو جمعہ کی نماز کا ہے۔ اگر دعوت کا وقت پہلے یا بعد میں کر دیا جائے تو میں آ جاؤں گا۔ بعد میں سعودی عرب والوں نے بھی کہا کہ ہم بھی سوچ رہے تھے کہ یہ وقت تو جمعہ کی نماز کا ہے۔ ہم اس موقع پر کیسے آئیں گے۔ خیر انہوں نے دعوت کا وقت تبدیل کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس دعوت میں مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی بھی مدعو تھے۔ پاکستان بننے سے پہلے عثمانی صاحب کی حیثیت ایسی نہیں تھی کہ انہیں ڈپٹی کمشنر بھی کسی دعوت پر بُلاتا لیکن یہاں گورنر سندھ نے انہیں بلایا تھا۔

پس جب کسی قوم پر خداتعالیٰ کا فضل نازل ہوتا ہے اور وہ ترقی کر جاتی ہے تو اُس کے علماء کو بھی ایک نمایاں مقام حاصل ہو جاتا ہے اور درحقیقت اُن کا آگے آنے کا حق ہوتا ہے بشرطیکہ وہ اُن کاموں میں حصہ نہ لیں جو اُن سے تعلق نہیں رکھتے۔ جیسے پچھلے دنوں علماء نے سیاسیات میں حصہ لینا شروع کر دیا تو وہ ملامت کا ہدف بن گئے۔ اِسی طرح اب بھی علماء اپنا کام چھوڑ کر سیاسیات میں حصہ لیں گے تو وہ لوگوں کی ملامت کا ہدف بن جائیں گے۔ لیکن اگر علماء ایسی باتوں میں دخل نہ دیں تو اس میں شبہ ہی کیا ہے کہ جب بھی کوئی قوم ترقی کرے گی تو علماء بہرحال زیادہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ یورپ میں دیکھ لو کہ کنٹربری[8] کا پادری، ایڈورڈ ہفتم کے خلاف ہو گیا تو اسے تخت سے دستبردار ہونا پڑا۔ اب یہ کتنی بڑی طاقت ہے کہ ایک پادری ناراض ہو جاتا ہے تو بادشاہ بھی اس کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ پس یہ قدرتی بات ہے کہ جب کسی قوم کو عزت ملے گی تو اس کے علماء کو بھی عزت ملے گی۔

اِسی طرح جب جماعت احمدیہ کو ترقی ملے گی تو تم اُس وقت یہ کہو گے کہ نائی، دھوبی اور موچی آگے آ گئے ہیں۔ اُس وقت ہر شخص تمہیں یہی کہے گا بلکہ میرا یہ خطبہ نکال کر تمہارے آگے رکھے گا کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے دین کی گاڑی کو اُس وقت دھکّا دیا جب تم لوگ اس سے لاپروا ہو گئے تھے۔ اب ان کا حق ہے کہ وہ آگے آئیں۔ ہماری واقفین کی لسٹ کو بھی دیکھا جائے تو اس میں بڑے بڑے لوگوں اور اُن کے بچوں کے نام لکھے ہیں لیکن جو لوگ کام کر رہے ہیں اُن میں بڑے بڑے لوگوں کے بچے شامل نہیں۔ جب کسی بڑے شخص کے بچے پڑھ رہے ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے میرا فلاں بچہ واقفِ زندگی ہے۔ لیکن جب وہ پاس ہو جاتا ہے تو وقف میں آنے کا نام بھی نہیں لیتا۔ ان کی تعلیم مکمل ہونے سے پہلے وہ یہ لکھتا تھا کہ میرا فلاں لڑکا وقف ہے، میرے دو لڑکے وقف ہیں، میرے تین لڑکے وقف ہیں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی عطا کرے۔ لیکن تعلیم سے فارغ ہو جانے کے بعد ان کی بُو بھی نہیں آتی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اب دعا کا وقت گزر گیا ہے۔ پھر اگر بعد میں کوئی لڑکا بیمار ہو جاتا ہے تو وہ یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ اس کی نیت دوبارہ حاضر ہونے کی تھی ملازمت کرنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ کچھ تجربہ حاصل ہو جائے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے صحت عطا فرمائے تا کہ وہ دین کی خدمات بجا لا سکے لیکن تندرست ہو جانے کے بعد وہ حاضر ہونے کا نام بھی نہیں لیتا۔ گویا ان لوگوں نے وقف کو تجارت کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ غرباء نے اسے وظیفے لینے کا ذریعہ بنایا ہے اور امراء نے دعا کا ذریعہ بنایا ہے اور کسی کو یہ خیال نہیں آتا کہ دین کی گاڑی چلے گی کیسے؟

اب یہ حالت ہے کہ ناظر بڈھے ہو گئے ہیں اور بعض کے تو اَب حواس بھی ایسے نہیں کہ وہ اب زیادہ دیر تک سلسلہ کا کام چلا سکیں۔ لیکن ایسے آدمی سلسلہ کے پاس موجود نہیں جو ان کی جگہ کام کر سکیں۔ آخر یہ تو ہو نہیں سکتا کہ نئے آدمیوں کو ان کی جگہوں پر لگا دیا جائے۔ چند سال تک انہیں بہرحال کام کا تجربہ حاصل کرنا پڑے گا۔ پھر وہ ان جگہوں پر کام کر سکیں گے۔ اِس وقت بعض ناظر قبروں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں اور اُن کے حواس بھی بجا نہیں۔ نئے آدمی ہمارے پاس تیار نہیں اور سلسلہ کا کام نہایت خطرناک حالات میں سے گزر رہا ہے۔

اِس کی ذمہ داری جماعت کے سب افراد پر ہے۔ خصوصاً ایسے طبقہ پر جو اپنے آپ کو چودھری سمجھتا ہے۔ ''چودھری'' کے لفظ سے میری مراد زمیندار نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے آپ کو قانون سے بالا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول جب بیمار ہو گئے تو آپ بعض دفعہ باہر آ کر لیٹ جاتے اور لوگ آپ کے اردگرد اکٹھے ہو جاتے۔ بیمار تھک بھی جاتا ہے۔ جب آپ تھک جاتے تو فرماتے دوست اب چلے جائیں۔ اِس پر کچھ لوگ چلے جاتے اور کچھ بیٹھے رہتے۔ کچھ دیر کے بعد آپ فرماتے، میں اب تھک گیا ہوں احباب اب تشریف لے جائیں۔ اس پر آٹھ دس آدمی اَور چلے جاتے۔ مگر چند آدمی پھر بھی بیٹھے رہتے اور وہ سمجھتے کہ ہم اس حکم کے مخاطب نہیں ہیں۔ اس پر آپ تیسری بار فرماتے کہ اب چودھری بھی چلے جائیں۔ یعنی جو لوگ اپنے آپ کو قانون سے بالا سمجھتے ہیں وہ بھی چلے جائیں۔☆ جاٹ کی نہیں تھی بلکہ وہ لوگ مراد تھے جو اپنے آپ کو قانون کی اطاعت سے مستثنٰی سمجھتے تھے لیکن جب جماعت کو عزت ملے گی تو پھر یہی لوگ کہیں گے کہ نائی، موچی اور دھوبی آگے آ گئے ہیں اور وہ کوشش کریں گے کہ خود عزت حاصل کریں۔ اُس وقت جماعت کے اندر اگر غیرت پائی جاتی ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ انہیں پیچھے ہٹا دے اور کہے کہ جب ضرورت کے وقت تم نے خدمت نہیں کی تھی تو اب تمہیں آگے آنے کی اجازت نہیں۔ لیکن بدقسمتی سے جب قوم کو عزت ملتی ہے اور مال زیادہ ہو جاتا ہے تو وہی چودھری آگے آ جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب مالِ غنیمت آتا ہے تو منافق بھی آگے آ جاتے ہیں۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اب تم کیوں آئے تو کہتے ہیں تم ہم پر حسد کرتے ہو۔[9] ہر قوم میں یہی نظارہ نظر آتا ہے۔ جب جنگ ہوتی ہے اور جان قربان کرنے کا وقت آتا ہے تو اِس ٹائپ کے لوگ پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ لیکن جب فتح اور عزت ملتی ہے تو یہی لوگ آگے آ جاتے ہیں اور بدقسمتی سے قوم انہیں دھتکارتی نہیں۔ وہ سمجھتی ہے کہ بڑے لوگ آگے آ گئے ہیں حالانکہ اُن کی بڑائی اسی دن ختم ہو جاتی ہے جب وہ دین کی خدمت سے اپنا پہلو بچا لیتے ہیں۔ اگر قوم اِس کیریکٹر کو زندہ رکھے تو اس قسم کے لوگوں کی اصلاح ہو جائے۔ لیکن قوم اس کیریکٹر کو زندہ نہیں رکھتی۔

☆اصل مسودہ میں یہاں چند الفاظ مٹے ہوئے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ تک یہ کیریکٹر مسلمان قوم میں زندہ رہا۔ اس کے بعد یہ کیریکٹر مِٹ گیا۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے دربار میں مکہ کے رؤساء آئے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں اعزاز سے بٹھایا۔ لیکن وہ رؤساء ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ حضرت سہیلؓ آ گئے۔ اِس پر حضرت عمرؓ نے اُن رؤساء سے کہا آپ ذرا پیچھے ہٹ جائیں اور ان کے لیے جگہ چھوڑ دیں اور آپ نے سہیل سے باتیں کرنی شروع کر دیں۔ اس کے بعد کچھ اَور غلام صحابہؓ آئے تو آپ نے پھر ان سے فرمایا آپ ذرا پیچھے ہٹ جائیں اور ان کے لیے جگہ چھوڑ دیں۔ اِس پر وہ اَور پیچھے ہٹ گئے۔ اتفاق سے اُس دن سات آٹھ غلام صحابہؓ آ گئے۔ اُن دنوں کمرے چھوٹے ہوتے تھے اس لیے وہ ان کے لیے جگہ خالی کرتے کرتے جُوتیوں میں آ گئے اور پھر انہیں وہاں سے بھی اُٹھ کر باہر آنا پڑا۔ اِس پر وہ ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے تم نے دیکھ لیا کہ آج عمرؓ نے ہمیں ان غلاموں کے سامنے کیسا ذلیل کیا ہے۔ ان میں سے ایک عقلمند تھا۔ اُس نے کہا تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ یہ کس کی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے باپ دادا کی کرتوتوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ لوگ وہ تھے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعوٰی کیا تو انہوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا۔ ہمارے باپ دادوں نے انہیں مارا پیٹا اور طرح طرح کے دکھ دیئے لیکن انہوں نے اس کی پروا نہ کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاطر انہوں نے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ اب جب اسلام نے ترقی کی ہے تو انہی لوگوں کا حق تھا کہ وہ عزت پاتے۔ ان کا حق انہیں مل رہا ہے اور تمہارا حق تمہیں مل رہا ہے۔ دوسروں نے کہا پھر اس کا علاج کیا ہے؟ اس نے کہا چلو! پھر عمر سے ہی اس کا علاج پوچھ لیں۔ چنانچہ وہ واپس آئے، آواز دی۔ حضرت عمرؓ نے انہیں اندر بلا لیا۔ آپ سمجھتے تھے کہ آج جو سلوک ان سے ہوا ہے اُسے انہوں نے محسوس کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا آج جو کچھ آپ لوگوں سے ہوا میں اِس کے متعلق مجبور تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں ان لوگوں کی عزت فرمایا کرتے تھے۔ اب عمرؓ کی کیا حیثیت ہے کہ وہ ان کی عزت نہ کرے۔ انہوں نے کہا ہم ساری بات سمجھ گئے ہیں اور ہم اس لیے دوبارہ آئے ہیں کہ آپ سے

دریافت کریں کہ اس ذلّت کو دور کیسے کیا جائے؟ حضرت عمرؓ خود بھی ایک بڑے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور پھر دوسرے خاندانوں کے شجرہ نسب کو یاد رکھنا آپ کے خاندان کے ذمہ تھا۔ اس لیے آپ جانتے تھے کہ وہ لوگ کس قدر معزز خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کی کیفیت دیکھ کر آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ آپ کی آواز بھرّا گئی اور آپ منہ سے کوئی لفظ نہ نکال سکے۔ آپ نے صرف ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اس کا علاج شام میں ہے۔ شام میں اُن دنوں جنگ ہو رہی تھی۔ ان لوگوں نے آپ کا مفہوم سمجھ لیا اور فوراً اونٹ اور گھوڑے تیار کیے اور شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ ان میں سے پھر ایک شخص بھی زندہ واپس نہیں آیا اور سب کے سب وہیں شہید ہو گئے۔10 گویا انہوں نے اپنی جان قربان کر کے اپنی ذلّت کا داغ دھویا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے بعد جو لوگ آئے انہوں نے اس قومی کیریکٹر کو قائم نہ رکھا۔

حضرت عثمانؓ نے پرانے لوگوں کو مختلف کاموں کے لیے آگے بلایا مگر انہوں نے مدینہ چھوڑنا پسند نہ کیا جس پر لازماً انہیں نئے لوگ آگے لانے پڑے۔ صحابہؓ کو یہ بات بُری لگی لیکن حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں مجبور ہوں۔ میں تمہیں ان جگہوں پر بلاتا ہوں لیکن تم مدینہ سے باہر جانے پر راضی نہیں ہوتے۔ لیکن حالت یہ تھی کہ اُس وقت حکومت کے کام مصر، شام، فلسطین اور ایران تک پھیل چکے تھے اور پرانے لوگ یہ چاہتے تھے کہ وہ بڑے بھی بنے رہیں اور مدینہ سے بھی نہ نکلیں اور یہ چیز مشکل تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہوگئیں۔

بہرحال یہ خرابی اُسی وقت پیدا ہوتی ہے جب بڑے لوگ جنہوں نے دین کی خدمت نہیں کی ہوتی وہ آگے آ جاتے ہیں اور قوم انہیں یہ سمجھ کر سر پر اُٹھا لیتی ہے کہ ہمارے بڑے لوگ آگے آ گئے ہیں اور اس طرح قوم پر تباہی آ جاتی ہے۔

پس تم ضرورتِ وقت کو سمجھو اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کر کے اپنے اپنے خاندان کے نوجوانوں کو وقف کرو۔ اور یہ وقف اتنی کثرت کے ساتھ ہونا چاہیے کہ اگر دس نوجوانوں کی ضرورت ہو تو جماعت سَو نوجوان پیش کرے۔ مگر اب واقفین ملتے بھی ہیں تو بعد میں بھاگ جاتے ہیں۔ اور یہ ایسی شرمناک چیز ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی قوم شرفاء کے سامنے سر

نہیں اُٹھا سکتی''۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:

''میں نماز کے بعد عزیز عبدالحمید خاں غزنوی کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ عبدالحمید خاں غزنوی نیک محمد خاں صاحب غزنوی کے لڑکے تھے اور ہوائی جہاز کے حادثہ میں فوت ہوئے ہیں''۔

(الفضل 20 اکتوبر 1954ء)

1: دیوان حافظ مترجم مولانا قاضی سجاد حسین صاحب صفحہ 140۔ ردیف الدّال اردو بازار لاہور میں مصرع کے الفاظ اِس طرح ہیں۔'' عیب مے جملہ چو بگفتی ہنرش نیز بگو''

2: هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (فاطر:4)
اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ (العنکبوت:61) نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ (الانعام:152)

3: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (الاعراف:190)

4: وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۱﴾ (الشعراء:81)

5: آل عمران:105

6: جامع الترمذی ابواب الزهد باب فی التوکل علی اللّٰہ

7: درثمین اردو۔ صفحہ 31۔ زیرعنوان نظم ''محمود کی آمین''۔ مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی 1962ء

8: کنٹربری (Canterbury) انگلستان کا تاریخی کیتھڈرل سٹی۔ (وکی پیڈیا آزاد دائرۃ المعارف زیر لفظ ''Canterbury'')

9: سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (الفتح:16)

<u>10</u>: اسدالغابة جلد 2 صفحہ 396، 397۔ زیرعنوان ''سھیل بن عمرو ''۔بیروت لبنان 2001ء